

قید خانہ

کاشف زبیر

نظروں کا فریب بھی کیا کیا کرشمے دکھاتا ہے... جو نظر آتا ہے وہ ہوتا نہیں اور جو ہوتا ہے وہ نظر نہیں آتا... انہیں بھی یہی عارضہ لاحق تھا۔ اس دلدل میں دھنستے دھنستے وہ ایک ایسے قید خانے تک پہنچ گئے جسے وہ اپنے لیے سب سے مضبوط پناہ گاہ سمجھتے تھے لیکن... رفتہ رفتہ بڑھنے والے حبس نے بتایا کہ وہ ایک قفس میں قید ہیں اور وقت نے بھی ثابت کردیا کہ آزاد فضائوں میں اڑنے والے پنچھی تادیر قفس میں نہیں رہ سکتے۔

کھلے آسمانوں کی جستجو میں بھٹکنے والے طائروں کی تلاش



قید خانہ

کاشف زبیر

نظروں کا فریب بھی کیا کیا کرشمے دکھاتا ہے... جو نظر آتا ہے وہ ہوتا نہیں اور جو ہوتا ہے وہ نظر نہیں آتا... انہیں بھی یہی عارضہ لاحق تھا۔ اس دلدل میں دھنستے دھنستے وہ ایک ایسے قید خانے تک پہنچ گئے جسے وہ اپنے لیے سب سے مضبوط پناہ گاہ سمجھتے تھے لیکن... رفتہ رفتہ بڑھنے والے حبس نے بتایا کہ وہ ایک قفس میں قید ہیں اور وقت نے بھی ثابت کردیا کہ آزاد فضائوں میں اڑنے والے پنچھی تادیر قفس میں نہیں رہ سکتے۔

کھلے آسمانوں کی جستجو میں بھٹکنے والے طائروں کی تلاش

سٹ بیری نے بلندی سے نیچے دور تک پہلے اس شہر کو دیکھا۔ شہر میں بلند عمارتیں تھیں اور اس کی گلیوں و سڑکوں پر چہل پہل تھی۔ خوراک اور سامان تیار کرنے والی فیکٹریوں سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ شہر کے چاروں طرف ایک بلند اور ناقابلِ عبور فصیل تھی۔ جو اس فصیل میں تھے وہ باہر نہیں آسکتے تھے اور جو باہر تھے وہ صرف مخصوص شرائط کے تحت ہی اندر جاسکتے تھے۔ سٹ بیری جانتا تھا کہ یہ شہر جو اب اس سیارے پر واحد آباد جگہ تھی جہاں انسان سکون سے

رہ سکتا تھا، درحقیقت ایک بہت بڑا قید خانہ تھا۔ اس میں لاکھوں انسان رہتے تھے مگر قیدیوں کی طرح۔ انہیں کھانے کو ملتا تھا، پہننے کو لباس میسر تھا۔ وہ رہائش رکھتے تھے اور محدود تفریحات بھی میسر تھیں مگر اس کے بدلے انہیں سٹی کونسل کے قوانین اور وقفے وقفے سے نازل ہونے والے احکامات کی مکمل پاسداری کرنا ہوتی تھی۔ نافرمانی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

نافرمانی کی ایک ہی سزا تھی۔ معتوب کو شہر سے نکال دیا جاتا۔ جہاں اسے کھانا اور پانی کچھ نہیں ملتا تھا کیونکہ صرف اس شہر کے آس پاس ہی نہیں بلکہ اس پورے سیارے پر صحرا قبضہ کر چکا تھا۔ ماضی کی سرسبز و شادابی قصۂ پارینہ بن چکی تھی۔ ہر طرف اڑتی ریت تھی یا سنگلاخ ٹیلے اور پہاڑ تھے۔ سمندر اور دریا خشک ہو چکے تھے۔ ہر قسم کی نباتات اور جاندار ختم ہو گئے تھے۔ انسانوں کی آبادی بھی سکڑ کر بس اسی شہر تک محدود ہو گئی تھی۔ نسلِ انسانی کی بقا کے لیے سخت قوانین نافذ کیے گئے اور ان کے نفاذ کے لیے زیادہ سختی سے کام لیا گیا تھا۔ شروع میں یہ کام نیک نیتی سے کیا گیا تھا مگر بعد میں سٹی کونسل کے نام پر ایک ایلیٹ کلاس وجود میں آ گئی جو عیش و آرام سے زندگی بسر کرتی تھی اور عام لوگوں کو بس گزارے لائق ملتا تھا۔ رہائش کے لیے کثیر المنزلہ عمارتیں بنائی گئی تھیں۔ سرمئی رنگ کی یہ ایک جیسی عمارتیں مضبوط اور باسہولت تھیں مگر ان میں شہریوں کو بس گزارے لائق جگہ ملتی تھی۔ اسی طرح فیکٹریاں قائم کی گئیں۔ اسکائی اسکریپرز میں فارمز بنائے گئے جن میں خوراک اگتی تھی۔ یہاں کلوننگ کی مدد سے ایسے جانور اور پرندے پالے جاتے تھے جن کا گوشت خوراک کے کام آتا تھا۔ شہر کے نیچے پانی کا بہت بڑا ذخیرہ تھا لیکن اس سے صرف ضرورت کا پانی لیا جاتا تھا اور استعمال ہونے والے پانی کو نوّے فیصد تک صاف کر کے دوبارہ استعمال کیا جاتا تھا۔

قوانین کی خلاف ورزی کرنے والوں کے ساتھ ساتھ متعدی بیماریوں کے شکار افراد کو بھی شہر سے نکال دیا جاتا تھا تاکہ دوسرے اس بیماری سے محفوظ رہیں۔ جن لوگوں کو شہر سے نکالا جاتا انہیں شہر سے کئی سو کلو میٹرز دور کسی ویرانے میں چھوڑ دیا جاتا جہاں سے وہ کسی صورت واپس شہر تک نہیں آ سکتے تھے اور وہیں بھوکے پیاسے مر جاتے۔ اگر کوئی شہر کی طرف واپس آ بھی جاتا تو اس کے لیے دروازہ نہیں کھلتا تھا اور وہ فصیل سے سر ٹکرا ٹکرا کر مر جاتا تھا۔ سٹ بیری کا باپ آرٹ بیری ایک انجینئر تھا۔ پھر اسے کوئی جلدی بیماری ہوئی اور اسے اس کے اہلِ خانہ سمیت شہر سے دور ایک ویرانے میں پھینک دیا گیا۔ سٹ بیری کے علاوہ ان کے تین بچے اور تھے۔ ویرانے میں پھینکے جانے کے بعد وہ کسی ایسی جگہ کی تلاش میں تھے جہاں انہیں پانی اور خوراک مل سکے۔ وہ صحراؤں اور پہاڑوں میں بھٹکتے رہے اور اسی سفر کے دوران ایک ایک کر کے سٹ بیری کے تینوں بہن بھائی اور ماں بھوک پیاس اور سفر کی صعوبتوں کی تاب نہ لا کر موت کی آغوش میں جا سوئے۔

سٹ بیری اور آرٹ بیری بھی قریب المرگ تھے جب وہ ایک پہاڑ کے نیچے غار تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس غار میں پانی کا چشمہ تھا اور اس چشمے کے ساتھ ایسی کائی اُگی ہوئی تھی جسے کھایا جا سکتا تھا۔ گویا اس پانی اور کائی نے ان کی جان بچا لی تھی۔ آرٹ بیری اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص تھا۔ انجینئرنگ سے ہٹ کر دوسرے شعبوں کے بارے میں بھی اس کی معلومات بہت وسیع تھیں۔ اس نے ایک دن دس سالہ سٹ بیری سے کہا۔ ”اس دنیا میں اور بھی شہر تھے لیکن پھر وہ ویران ہو گئے۔ مگر ان کی عمارتیں اور سامان اب بھی موجود ہے۔“

سٹ بیری حیران ہوا۔ ”ایسے شہر کہاں ہیں؟“

آرٹ بیری کے پاس اس کا اپنا بنایا ہوا نقشہ تھا۔ یہ نقشہ اس نے سٹی کونسل کی لائبریری میں موجود نقشوں سے نقل کیا تھا۔ عام لوگوں کو اس لائبریری میں جانے کی اجازت نہیں تھی مگر آرٹ بیری کو انجینئر ہونے کی وجہ سے یہ سہولت تھی کہ وہ لائبریری سے استفادہ کر سکتا تھا۔ ورنہ لائبریریاں صرف ایلیٹ کلاس کے لیے تھیں۔ اس نے موقع پا کر وہاں سے اس نقشے سمیت بہت سی معلومات حاصل کر لی تھیں۔ جب اسے شہر سے نکالا گیا تو اب یہ معلومات اس کے کام آ سکتی تھیں۔ آرٹ بیری نے نقشے کی مدد سے سٹ بیری کو بتایا۔ ”یہاں سے شمال کی طرف دو سو کلو میٹرز کے فاصلے پر ایک مُردہ شہر ہے۔ اگر ہم اس کی طرف سفر کریں تو ایک ہفتے میں وہاں پہنچ سکتے ہیں۔“

”پاپا! مردہ شہر میں جانے سے ہمیں کیا فائدہ ہوگا؟“

”وہاں سے ہمیں سامان ملے گا، اس سامان سے ہم بہت کچھ بنا سکیں گے۔“ آرٹ بیری نے کہا۔ پھر ان دونوں باپ بیٹے نے راستے کے لیے پانی اور خشک کائی کی خوراک کا ذخیرہ کیا اور مُردہ شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔ انہیں اندازے سے زیادہ وقت لگا مگر وہ بالآخر وہاں پہنچنے میں کامیاب رہے۔ شہر صدیوں پہلے مُردہ ہو گیا تھا۔

اس کی عمارتیں بھی کھنڈر ہو چکی تھیں۔ اس کے باوجود انہیں وہاں استعمال کے قابل بہت سی چیزیں مل گئی تھیں۔ آرٹ نے انہیں استعمال کے قابل بنا لیا۔ انہیں شمسی توانائی سے چلنے والی ائر بائیک ملیں، ہتھیار اور رابطے کے آلات ملے۔ سب سے بڑھ کر انہیں پانی بھی مل گیا تھا مگر کھانے کے لائق کوئی چیز نہیں ملی تھی۔ آرٹ اپنا فن اور معلومات سٹ کو منتقل کر رہا تھا۔ ائر بائیک کی مدد سے وہ دس دن کا سفر صرف چند گھنٹے میں طے کر کے واپس غار تک پہنچ گئے تھے۔ یہاں سے کائی کا تازہ ذخیرہ لے کر وہ مُردہ شہر کی طرف گئے۔ یہاں بہت سا سامان تھا جسے وہ غار تک منتقل کر سکتے تھے۔ اس کام میں انہیں سالوں لگے مگر انہوں نے بالآخر غار کے پاس اپنے لیے رہائش اور دوسری سہولتیں حاصل کر لیں۔ مردہ شہر سے انہیں محفوظ کیے ہوئے آلو کے بیج ملے تھے۔ سٹ بیری نے انہیں تجربے کے طور پر زمین میں بویا۔ غار سے پانی لا کر وہ ان کی سینچائی کرتا رہا اور پھر ایک دن زمین سے آلو کے پودوں نے سر اٹھایا۔ وہ دن سٹ بیری کے لیے بہت یادگار تھا۔

ایک طرف وہ زندہ رہنے کا سامان کر رہے تھے تو دوسری طرف آرٹ بیری کی جلدی بیماری بڑھتی جا رہی تھی۔ ان کے پاس ..... علاج کے لیے کچھ نہیں تھا اور پانچ سال بعد وہ بھی دنیا سے رخصت ہو گیا۔ مرنے سے پہلے اس نے سٹ بیری سے کہا۔ ”سٹ! میرے بعد تم اکیلے رہ جاؤ گے مگر گھبرانا مت۔ خود کو مضبوط کرنا۔ ابھی تم صرف پندرہ سال کے ہو۔ جب تم پختہ عمر تک پہنچ جاؤ تب شہر کی طرف جانا اور وہاں سے ان لوگوں کو یہاں لانا جو آزاد زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔ تم ایک نیا شہر آباد کر سکو گے۔ یہاں تم لوگ سچ مچ آزاد ہو گے۔“

”میں ایسا ہی کروں گا پاپا۔“ سٹ بیری نے باپ سے وعدہ کیا۔ اس نے باپ کو مرنے کے بعد مکان کے پاس ہی دفن کیا۔ اب وہ اکیلا تھا مگر ذمے داریوں کے لحاظ سے اسے فرق نہیں پڑا۔ وہ گزشتہ دو سال سے کام کر رہا تھا۔ آرٹ بیری صرف اسے ہدایات دیتا تھا۔ اس نے سٹ بیری کو سکھا دیا تھا کہ چیزوں کو کس طرح استعمال کیا جاتا ہے اور مشینری کی مرمت کس طرح کی جاتی ہے۔ باپ کے مرنے کے بعد بھی سٹ بیری نے مُردہ شہر آمد و رفت جاری رکھی۔ اس نے کئی طرح کے ہتھیار بھی حاصل کر لیے اگرچہ اسے کسی سے خطرہ نہیں تھا۔ سوائے سٹی کونسل کی طرف سے۔ اگر سٹی کونسل کو پتا چل جاتا کہ شہر سے باہر کوئی زندہ شخص ہے اور اس نے زندہ رہنے کے لوازمات بھی تلاش کر لیے ہیں تو وہ یقیناً اسے مارنے کے لیے اپنے خاص دستے بھیجتے۔ اس لیے سٹ بیری نے اپنی رہائش کو کیموفلاج کیا ہوا تھا تاکہ وہ فضا سے نظر نہ آئے مگر آلوؤں کے پودے نظر آ جاتے۔ اس لیے سٹ بیری باپ کے مرنے کے بعد کم سے کم آلو کاشت کرتا تھا اور اس کے بیج بہت احتیاط سے محفوظ رکھتا تھا۔

کئی سال بعد جب وہ ایک جوان اور مضبوط شخص بن گیا تو اس نے شہر کی طرف جانے کا فیصلہ کیا لیکن اس کے لیے ایک پلان کی ضرورت تھی۔ سٹ بیری نے خاصے غور و خوض کے بعد ایک پلان سوچ لیا۔ اس نے سب سے پہلے شہر کے پاس ایک محفوظ جگہ تلاش کی اور وہاں سامان منتقل کرتا رہا۔ وہ مردہ شہر سے کئی اور ائر بائیک پرزوں کی صورت میں لے آیا تھا اور انہیں یہاں جوڑ کر اس نے مزید ائر بائیک تیار کر لی تھیں۔ جب اس نے شہر کی طرف جانے کا فیصلہ کیا تو ائر بائیک بھی شہر کے پاس اپنے محفوظ ٹھکانے پر لے گیا۔ خوراک، پانی اور ہتھیاروں کا مناسب ذخیرہ بھی اس نے وہاں چھپا دیا تھا۔ ان سب چیزوں کو اس نے اچھی طرح کیموفلاج کیا تھا کیونکہ شہر کے آس پاس سٹی کونسل کے خاص دستے گشت کرتے تھے اور وہ فضائی نگرانی بھی کرتے تھے۔ صبح کا وقت تھا، سٹ بیری بلندی سے نیچے پھیلے شہر کا جائزہ لے رہا تھا۔ یہ شہر اس کے لیے اجنبی نہیں تھا۔ اس نے دس سال یہاں گزارے تھے۔ اب وہ بائیس سال کا ہو رہا تھا اور اس دوران میں شہر میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ تبدیلی آ بھی نہیں سکتی تھی کیونکہ گزشتہ ڈھائی سو سال سے شہر کی آبادی کا تناسب ایک ہی چلا آ رہا تھا۔ ہر سال جتنے نوجوان انسان کارکن کی حیثیت اختیار کرتے تھے اتنے ہی عمر رسیدہ افراد کو شہر سے نکال کر ویرانوں میں بھیج دیا جاتا تھا۔ غیر کارکن افراد میں صرف پندرہ سال سے کم عمر افراد تھے جو پڑھتے تھے اور مختلف ہنر سیکھتے تھے۔ عمر رسیدہ افراد میں کسی کو بیکار نہیں رکھا جاتا تھا۔

☆☆☆

گارڈ نے سٹ بیری کو دھکا دیا تو وہ لڑکھڑاتا ہوا کوٹھری میں جا گرا۔ ایک گھنٹا پہلے وہ تباہ حال فصیل کے دروازے تک پہنچا تھا۔ وہاں گارڈز نے اسے گرفتار کر لیا اور ابتدائی پوچھ گچھ کے بعد اسے جیل بھیج دیا گیا۔ اسے سٹی کونسل کی جج کمیٹی کے سامنے پیش کیا جاتا جو اس کی قسمت کا فیصلہ کرتی۔ سٹ بیری نے اپنا نام آئن روڈز بتایا تھا۔ اس

نے گارڈز کو بتایا کہ وہ اپنے اہلِ خانہ کے ہمراہ ایک غار میں رہتا تھا جہاں پانی اور کائی سے ان کا گزارہ ہوتا تھا مگر پھر پانی کا چشمہ سوکھ گیا اور اس کے اہلِ خانہ بھوک پیاس سے ہلاک ہوگئے۔ وہ اسی غار میں پیدا ہوا تھا اور اسے نہیں معلوم تھا کہ اس کے ماں باپ کہاں سے آئے تھے۔ وہ کئی نسلوں سے اسی غار میں رہ رہے تھے۔ پھر وہ جان بچانے کے لیے صحرا میں چل پڑا اور بھٹکتا ہوا اتفاقیہ اس شہر کے سامنے آنکلا۔

سٹ بیری کو معلوم تھا کہ گارڈز کے مقابلے میں جج کمیٹی اس سے زیادہ تفصیلی پوچھ گچھ کرے گی۔ اس نے خود کو ان پڑھ اور کم ذہن کا آدمی ظاہر کیا تھا جس کے پاس بولنے کے لیے الفاظ بھی کم تھے اور وہ بس چند ایک چیزوں کا نام ہی جانتا تھا۔ اس نے اپنے پاس سے ہر ایسی چیز چھوڑ دی تھی جس سے اس شہر سے اس کا تعلق ثابت ہوسکے۔ اس نے مردہ شہر سے ملنے والے لباسوں میں سے ایک لباس پہنا ہوا تھا۔ گارڈز کے جانے کے بعد اس نے کوٹھری کی کھڑکی سے جھانک کر دیکھا۔ یہ اس عمارت کی شاید 100 ویں منزل تھی۔ بہت نیچے شہر کی روشنیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ پورے شہر کو ایک فیوژن ری ایکٹر بجلی فراہم کرتا تھا۔ اس ری ایکٹر میں پانی بطور ایندھن استعمال ہوتا تھا اور محض چند سو لیٹر پانی سارا... سال بجلی پیدا کرنے کے لیے کافی ہوتا تھا۔ اسی بجلی سے یہاں کا نظامِ زندگی چلتا تھا۔ ایلیٹ کلاس کے لیے شہر میں الگ جگہ تھی۔ وہاں کوئی عام آدمی نہیں جاسکتا تھا۔ ان کی رہائشی عمارتیں بڑی اور خوب صورت تھیں۔

رات کے آٹھ بج رہے تھے اور اب لوگ گھروں سے نکلنے لگے تھے۔ یہاں رہنے والے بارہ گھنٹے کام کرتے تھے۔ وہ صبح چھ سے شام چھ بجے تک مسلسل مصروف رہتے تھے۔ اس کے بعد وہ آٹھ بجے تک اپنی رہائش گاہ تک محدود رہتے تھے اور پھر انہیں آٹھ سے گیارہ بجے تک باہر نکلنے اور مخصوص تفریحات میں حصہ لینے کی اجازت تھی۔ گیارہ بجے تک تمام افراد کو لازمی اپنی رہائش گاہوں تک پہنچ جانا ہوتا تھا ورنہ ان کے دروازے خود کار انداز میں بند ہوجاتے اور گیارہ بجے کے بعد جو باہر پایا جاتا اسے سٹی گارڈز گرفتار کرلیتے۔ ایک بار ایک ہفتے قید کی سزا ہوتی تھی۔ دوسری بار باہر پائے جانے والے کو ایک مہینے کی سزا ہوتی تھی اور تیسری بار... قانون کی خلاف ورزی کرنے والے کو شہر بدر کردیا جاتا تھا۔ اس لیے لوگ بہت محتاط رہتے تھے۔ خوراک، لباس اور گھریلو سامان سب کو ملتا تھا اور تفریح کے لیے مخصوص ٹوکن دیے جاتے تھے۔ جن کے ٹوکن ختم ہوجاتے، ان کو آٹھ بجے کے بعد بھی باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔

یہاں سیل فون نہیں تھے۔ وائرلیس رابطے کی سہولت صرف حکومت اور اس سے متعلقہ افراد کو دی گئی تھی۔ باقی سب کے پاس لائن والے فون تھے مگر کوئی کسی سے براہِ راست رابطہ نہیں کرسکتا تھا۔ رابطہ صرف آپریٹر کراسکتا تھا۔ بچوں کو ماں باپ سے اس وقت لے لیا جاتا تھا جب وہ تین سال کے ہوتے تھے پھر ان کی پرورش اور تعلیم و تربیت کونسل کی نگرانی میں ہوتی تھی۔ تیرہ سال کی عمر میں ان کے رجحانات دیکھ کر ان کے شعبوں کا تعین کیا جاتا اور پھر انہیں ان مخصوص شعبوں کی تربیت دی جاتی تھی۔

پندرہ سال کی عمر میں انہیں فیکٹریوں یا ان کے شعبوں میں کام کرنے کے لیے بھیج دیا جاتا تھا۔ اس کے بعد وہ اپنے خاندان والوں سے مل سکتے تھے ورنہ پہلے انہیں محدود اجازت ہوتی تھی۔ سال میں ایک دو بار ہی وہ گھر والوں سے مل سکتے تھے۔ عملی زندگی میں آنے کے بعد وہ ماں باپ اور بہن بھائیوں سے مل سکتے تھے مگر رہائش سب کی الگ الگ ہوتی تھی۔ شادی پسند کی کی جاتی تھی مگر میڈیکل ٹیسٹ لازمی تھا۔ شادی کی اجازت کا انحصار اس کے کلیئر ہونے پر ہوتا تھا۔ جب کارکن بوڑھے ہوجاتے اور ان سے مزید کام نہیں ہوتا تو انہیں اس وقت تک کے لیے ان کے بچوں کے سپرد کردیا جاتا جب تک سٹی کونسل انہیں اضافی قرار دے کر شہر بدر نہیں کردیتی تھی۔ اپنے بوڑھے ماں باپ یا بزرگوں کے لیے کارکنوں کو راشن اور پانی کے معاملے میں قربانی دینی پڑتی تھی اور انہیں ہفتے میں چھٹی کے دن بھی کام کرنا پڑتا تھا۔

عام لوگ زیادہ سے زیادہ سپروائزر ہوسکتے تھے، اس سے اوپر تمام عہدیدار ایلیٹ کلاس سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے بچے مختلف ماحول میں پرورش اور تعلیم حاصل کرتے تھے۔ انہیں ان کے ماں باپ اور خاندان کے ساتھ رہنے کی اجازت دی جاتی تھی۔ وہ پابندیوں سے مستثنیٰ تھے۔ ان کے بوڑھے شہر سے باہر نہیں جاتے تھے۔ مگر بچے پیدا کرنے کے حوالے سے ان پر بھی پابندیاں تھیں۔ کوئی جوڑا دو سے زیادہ بچے پیدا نہیں کرسکتا تھا اور تین آخری حد تھی۔ اس کی اجازت بھی مخصوص حالات میں ملتی تھی، جب ایلیٹ کلاس کے کسی جوڑے کے ہاں دو بچے نہیں ہوتے یا سرے سے بچے ہی پیدا نہیں ہوتے تو ان کی جگہ کسی دوسرے

جوڑے کو مزید بچے پیدا کرنے کی اجازت مل جاتی تھی۔ اس کا مقصد ایلیٹ کلاس کی تعداد کو برقرار رکھنا تھا۔ وہ محدود تعداد کی وجہ سے تو ایلیٹ کلاس تھے۔ صدیوں سے یہ نظام کامیابی سے چلا آرہا تھا۔ عام انسان بھی اس کے عادی ہو گئے تھے، وہ اس کے خلاف کچھ سوچتے ہی نہیں تھے۔

سٹ بیری روشن دان سے باہر دیکھتے ہوئے یہ سب سوچ رہا تھا۔ اسے آرٹ بیری نے یہ سب بتایا تھا۔ یہاں آئے ہوئے اسے چند گھنٹے ہوئے تھے مگر اس کا دم ابھی سے گھٹنے لگا تھا۔ وہ آزادی کا مزہ چکھ چکا تھا شاید اسی لیے اسے گھٹن ہورہی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس نے غلطی تو نہیں کی ہے؟ اگر کونسل نے اسے شہر بدر کرنے کا فیصلہ کیا تو اسے کسی بھی ویرانے میں پھینکا جاسکتا تھا جہاں وہ بھوک پیاس سے ہلاک ہوجاتا۔ وہ صرف اسی صورت میں کامیاب ہوسکتا تھا جب اسے قبول کرلیا جاتا اور شہر میں رہنے کی اجازت دے دی جاتی۔ اس نے اپنی زندگی کا رسک لیا تھا مگر یہ ضروری تھا۔ وہ ساری عمر اکیلا اس ویرانے میں نہیں رہ سکتا تھا۔ اسے انسانوں کے ساتھ کی ضرورت تھی۔ اسے رشتوں کی ضرورت تھی۔ کوئی لڑکی اس کی بیوی اور اس کے بچوں کی ماں بنتی۔ ان کی نسل آگے بڑھتی اور وہ اس سیارے پر ایک اور آبادی بناتے جہاں انسان آزاد ہوتا۔ وہاں پر بھی قوانین ہوتے مگر سب کے لیے ایک جیسے ہوتے۔ یہ سوچ کر اسے کچھ تسلی ہوئی کہ وہ ایک بڑا مقصد لے کر یہاں آیا تھا۔

اگلے دن اسے جج کمیٹی کے سامنے پیش کیا گیا۔ وہ پوری تیاری سے آیا تھا اور اس نے سوچ لیا تھا کہ اسے کس سوال کا کیا جواب دینا ہے۔ اس نے پورے اعتماد سے جوابات دیے مگر جج کمیٹی کے سخت شکلوں والے اراکین کو لگا کہ وہ بہت سہما ہوا اور کنفیوز ہے۔ یہ اس کی اداکاری تھی اور اسی وجہ سے فیصلہ اس کے حق میں ہوا۔ کمیٹی نے اسے شہر میں رہنے کا حق دے دیا مگر ساتھ ہی ایک مہینے کی آزمائشی مدت کی شرط لگادی۔ اگر اس دوران میں وہ خود کو ایک کارآمد شہری ثابت نہیں کرپاتا تو اسے شہر بدر کردیا جاتا۔ اسے جیل کے بجائے خدمات کے شعبے میں بھیج دیا گیا جہاں آرکیل نامی شخص کو اس کا باس مقرر کیا گیا اور اس نے تین دن تک آسانی سے کیے جانے والے محنت کے مختلف کاموں میں اس کا امتحان لیا اور بالآخر اسے ایک موزوں سینیٹری ورکر قرار دیا جو سڑکوں اور گلیوں کی صفائی اور کچرا اٹھانے کا کام کرسکتا تھا۔ چوتھے دن اسے سینیٹری فورس میں بھیج دیا گیا۔

سٹ بیری یہی چاہتا تھا۔ اس کام میں وہ آزادی سے گھوم پھر سکتا تھا۔ اگر اسے کسی فیکٹری میں بھیج دیا جاتا تو اس کی آزادی بس وہیں تک محدود ہوجاتی۔ مگر وہ صفائی کرنے والے کے طور پر شہر کے بڑے حصے میں گھوم پھر سکتا تھا اور لوگوں سے رابطہ بھی کرسکتا۔ اسے ایک رہائشی عمارت میں کمرا مل گیا۔ یہاں ہفتے کا راشن ایک ساتھ دیا جاتا، اسے بھی ہفتے کا راشن مل گیا۔ اس کے شعبے کے لوگ دو شفٹوں میں کام کرتے تھے۔ ایک شفٹ دن کی ہوتی تھی اور ایک رات کی۔ ہر بار انہیں چھ گھنٹے کام کرنا ہوتا تھا اور اس دوران میں وہ اپنا علاقہ مکمل صاف کرنے کے ذمے دار تھے۔ رات آٹھ بجے دوسرے لوگوں کی طرح انہیں بھی تفریح کی آزادی ملتی تھی۔ کام کے چوتھے دن جب وہ تفریح کے لیے نکل رہا تھا تو اس نے سڑک پر مختصر سا ہنگامہ دیکھا۔ سٹی گارڈز ایک بوڑھے کو کھینچ کر لے جارہے تھے۔ ایک نوجوان لڑکی رو رہی تھی اور چلا رہی تھی۔

”پلیز! میرے گرینڈ پا کو مت لے جاؤ۔“

بوڑھا رو رہا تھا مگر اس نے مزاحمت نہیں کی۔ وہ جانتا تھا اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ جب اسے گاڑی میں دھکیلا گیا تو اس نے چلا کر کہا۔ ”اپنا خیال رکھنا میری بچی۔“

لڑکی اب دھاڑیں مار کر رو رہی تھی۔ گاڑی اس کے دادا کو لے کر چلی گئی۔ لوگ لڑکی کے آس پاس سے گزر کر جارہے تھے مگر کسی نے اسے تسلی کے دو لفظ کہنے کی ضرورت محسوس نہیں کی اور نہ ہی کوئی اس کے پاس رکا۔ سٹ بیری بھی اسے دور سے دیکھ رہا تھا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ لڑکی کے پاس جائے اسے تسلی دے مگر وہ ایسا نہیں کرسکتا تھا۔ یہ اس کا آزمائشی عرصہ تھا اور اگر اس دوران میں وہ کوئی ایسا کام کرجاتا جو سٹی کونسل کی نظر میں جرم ہوتا تو اسے شہر بدری کا پروانہ مل جاتا۔ اس لیے وہ دل مسوس کر رہ گیا۔ لڑکی کچھ دیر کھڑی رہی پھر وہیں سڑک پر فٹ پاتھ کے ساتھ بیٹھ گئی۔ اگر پہلے اس کا کہیں جانے کا ارادہ تھا تو اب اس نے ملتوی کردیا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ سوائے دادا کے اس کا اس دنیا میں اور کوئی نہیں تھا۔ کیونکہ اس صورت میں دوسرے رشتے دار بھی اس کے ساتھ ہوتے۔ سٹ بیری سڑک کے دوسری طرف تھا اور وہاں سے لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔

کچھ دیر بعد لڑکی اٹھی اور سست قدموں سے ایک طرف چل پڑی۔ ایسا لگ رہا تھا کہ اس کے ذہن میں کچھ واضح نہ ہو کہ اسے کیا کرنا ہے اور کس طرف جانا ہے۔ سٹ بیری کچھ فاصلہ رکھ کر اس کے ساتھ ساتھ سڑک کے دوسری طرف چلنے لگا لیکن ساتھ ہی وہ بہت محتاط بھی تھا۔ اگر کوئی

گارڈ نظر آتا تو وہ چلنے کے دوران لڑکی کی طرف دیکھتا بھی نہیں تھا۔ بالآخر لڑکی ایک تاریک گلی کی طرف مڑی تو سٹ بیری نے سڑک عبور کی اور اس گلی میں آگیا۔ گلی سنسان اور تاریک تھی۔ لڑکی کے قدموں کی چاپ اس کی راہنمائی کر رہی تھی۔ مگر ایک جگہ پہنچ کر لڑکی کے قدموں کی آہٹ گم ہو گئی۔ سٹ بیری تیزی سے آگے بڑھا مگر لڑکی کہیں نہیں تھی۔ اس جگہ سے گلی دو طرف اور نکل رہی تھی اور دونوں راہیں تاریک تھیں۔ سٹ بیری فیصلہ نہیں کر پایا کہ لڑکی کس طرف گئی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ ناکام واپس آگیا۔

اس سے اگلے دن اسے موقع نہیں ملا کیونکہ شہر کے ایک حصے میں صفائی کے لیے اچانک ہی انہیں طلب کر لیا گیا تھا۔ یہ حصہ تفریح کے لیے باہر نکلنے والوں کے لیے بند تھا اور جب سٹ بیری اپنے ساتھی کارکنوں کے ہمراہ وہاں پہنچا تو وہاں شدید قسم کی ہنگامہ آرائی اور توڑ پھوڑ کے آثار نظر آئے۔ گلی اور دیواروں پر جابہ جا خون اور فائر کور کے دھبے تھے۔ سٹ بیری جانتا تھا، یہ قدیم پستول نما ہتھیار ایسے شعلے پھینکتا تھا جو جسم کے آر پار ہو جاتے تھے۔ اس کے ذہن میں آیا کہ یہاں کچھ ہوا تھا۔ کوئی بڑی ہنگامہ آرائی، لیکن باقی شہر والے اس سے بے خبر تھے۔ انہوں نے سپروائزر کی ہدایت کے مطابق اپنا کام نمٹایا اور علاقہ صاف کر کے پہلے جیسا کر دیا۔ اس علاقے کے لوگوں کو بھی تفریح کے لیے باہر نکلنے کی اجازت نہیں ملی تھی۔ سٹ بیری کے ساتھ کام کرنے والے ایک دوسرے سے بات نہیں کرتے تھے۔ سٹ بیری نے چند ایک سے بات کرنے کی کوشش کی تو وہ کنی کترا گئے۔ یہاں ہر شخص اپنے کام سے کام رکھتا تھا۔ لوگ صرف اپنے رشتے داروں اور دوست احباب سے میل ملاقات رکھتے تھے کارکنوں کے آپس میں تعلقات کا کوئی تصور نہیں تھا۔ کام کے وقت وہ صرف کام کرتے تھے یا فارغ ہوتے تو کہیں چپ کر کے بیٹھ جاتے۔

اس سے اگلے دن سٹ بیری چھٹی کے بعد گھر آیا۔ معمولات اور ڈنر سے نمٹ کر آٹھ بجے دروازہ کھلا تو وہ اسی عمارت کے سامنے آگیا جس سے لڑکی نکلی تھی اور اس کے بوڑھے دادا کو گارڈز لے گئے تھے۔ وہ ہر ممکن تیزی سے آیا تھا اور اسے امید تھی کہ لڑکی ابھی نہیں نکلی ہو گی اور ایسا ہی ہوا۔ لڑکی اندر سے برآمد ہوئی اور ایک طرف چل پڑی۔ آج بھی اس کا رخ اسی گلی کی طرف تھا۔ سٹ بیری سڑک کے دوسری جانب چل رہا تھا۔ سڑک پر بجلی سے چلنے والی خود کار وینز گزر رہی تھیں۔ یہ ڈرائیور کے بغیر چلتی تھیں اور شہر کے تمام حصوں میں مسلسل چلتی رہتی تھیں۔ کوئی بھی شہری مخصوص اسٹاپ سے ان میں سوار ہو سکتا تھا۔ یہ صرف اسٹاپس پر رکتی تھیں۔ اچانک لڑکی دوسری طرف کے اسٹاپ پر رکنے والی وین میں سوار ہو گئی۔ جب تک سٹ بیری سڑک عبور کر کے اس طرف آتا، وین کا دروازہ بند ہو گیا اور وہ آگے روانہ ہو گئی۔ سٹ بیری نے بے بسی سے اسے دیکھا۔ ایک منٹ بعد دوسری وین آئی تو وہ اس میں سوار ہو گیا۔ لڑکی والی وین بہت آگے جا چکی تھی۔ سٹ بیری ہر اسٹاپ پر دیکھتا رہا۔

بالآخر لڑکی اسے اسٹاپ سے ذرا آگے ایک گلی میں جاتی نظر آئی۔ سٹ بیری وین سے اترا اور اس کے پیچھے چل پڑا۔ شہر کی مرکزی شاہراہوں کو چھوڑ کر ذیلی گلیاں ویران اور تاریک تھیں۔ اکثر گلیاں اسکائی اسکریپرز کے نیچے سے گزر رہی تھیں کیونکہ کھلی جگہوں پر صرف سڑکیں تھیں۔ عمارتیں اتنی بڑی تھیں کہ ان کے دوسری طرف جانے کے لیے بہت گھومنا پڑتا اس لیے ان کے نیچے سے پیدل چلنے والوں کے لیے سرنگ نما گلیاں بنائی گئی تھیں۔ مگر نہ جانے کیوں ان گلیوں میں روشنی کا انتظام نہیں کیا گیا تھا۔ لڑکی ایسی ہی ایک گلی میں مڑ گئی۔ سٹ بیری کے پاس ٹارچ تھی لیکن اس نے روشن نہیں کی۔ اس بار بھی وہ لڑکی کے قدموں کی آہٹ پر اس کا پیچھا کر رہا تھا۔ اس نے رفتار تیزی رکھی کہ لڑکی کے پاس رک سکے اور وہ اچانک اسے دھوکا نہ دے جائے۔ مگر اس بار بھی لڑکی کے قدموں کی آہٹ اچانک معدوم ہو گئی۔ سٹ بیری نے ٹارچ روشن کی اور آس پاس کی گلیوں میں دیکھنے لگا۔ اسے ایک گلی میں سایہ سا مڑتا دکھائی دیا تو وہ اس کے پیچھے لپکا۔ مگر اچانک ہی اس کے پاؤں کسی چیز سے الجھے اور وہ گر پڑا۔ وہ چیز اس کے گرد لپٹ گئی اور اسے مکمل طور پر بے بس کر دیا۔ سٹ بیری نے جتنے ہاتھ پاؤں مارے، وہ چیز اس کے گرد اتنی ہی لپٹتی چلی گئی۔ پھر اسے کھینچا جانے لگا۔ سٹ بیری نے کوئی آواز نہیں نکالی۔ اس کی ٹارچ گر گئی تھی۔ پھر اس کے منہ پر تیز روشنی آئی اور کسی نے سرد لہجے میں پوچھا۔

”کون ہو تم؟“

”آئن ...... آئن روڈز۔“ اس نے ہانپتے ہوئے کہا۔ وہ خود کو خوفزدہ ظاہر کر رہا تھا۔

”تم روبی کا پیچھا کیوں کر رہے تھے؟“

”کون روبی؟“ اس نے پوچھا۔ اس کی نظر کسی قدر کام کرنے لگی تھی اور اب وہ دیکھ سکتا تھا کہ یہ گلی نہیں بلکہ

ایک چھوٹا سا کمرا تھا۔ وہ اس کے فرش پر ایک جال میں لپٹا ہوا پڑا تھا۔ روشنی اس سے ہٹ کر لڑکی پر مرکوز ہو گئی۔

”یہ روبی ہے۔“

سٹ بیری کچھ دیر اسے دیکھتا رہا پھر اس نے نرمی سے کہا۔ ”مجھے کھول دو، مجھ سے تم لوگوں کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔“

”بکواس مت کرو۔“ دوسرا آدمی بولا۔ وہ ایک کونے میں کھڑا تھا۔ ”تم کونسل کے جاسوس ہو۔ اس سے پہلے تم کو کبھی نہیں دیکھا۔“

”یہ غلط ہے اور مجھے اس لیے پہلے کبھی نہیں دیکھا کہ میں ابھی آیا ہوں چند دن پہلے۔“

”کہاں سے؟“

”شہر کے باہر سے۔“ اس نے جواب دیا۔

”بکواس۔“ دوسرے آدمی نے پھر کہا۔ ”باہر کوئی زندہ فرد نہیں رہ سکتا۔“

”رہ سکتا ہے۔“ سٹ بیری نے اعتماد سے کہا۔ ”باہر بہت سے لوگ موجود ہیں اور وہ زندہ بھی ہیں۔ انہوں نے پانی اور خوراک کے ذرائع تلاش کر لیے ہیں۔ میں اس شہر سے باہر پیدا ہوا اور اتنا بڑا ہوا۔“

”تم شہر کیوں آئے؟“

”کیونکہ ہمارا پانی کا ذریعہ خشک ہو گیا تھا۔“ سٹ بیری نے اعتماد سے جھوٹ بولنا جاری رکھا۔ وہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ لوگ سچ مچ حکومت کے مخالف تھے یا پھر اسے آزمایا جا رہا تھا۔ ”میرا خاندان بھوک پیاس سے ہلاک ہو گیا۔ میں بھٹکتا ہوا یہاں آگیا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ اس سیارے پر اب کوئی اتنا بڑا شہر موجود ہے۔“

”یہ واحد شہر ہے۔“ دوسرے آدمی نے کہا۔ ”لیکن تم بکواس کرتے ہو۔ یہاں سے باہر کوئی زندہ انسان موجود نہیں ہے۔“

”میں نے تمہیں سچ بتا دیا ہے، اب تمہاری مرضی مانو یا نہ مانو۔“ سٹ بیری نے کہا اور پھر خود کو کھولنے کی درخواست کی۔

”اسے آزاد کر دو۔“ روبی نے کہا۔

”لیکن یہ......“ دوسرے آدمی نے کہنا چاہا۔

”اسے کھول دو۔“ اس بار روبی کا لہجہ تحکمانہ تھا۔ ایک منٹ بعد سٹ بیری کھڑا ہوا اپنا جسم سہلا رہا تھا۔ کھینچے جانے سے اسے جابہ جا چوٹوں اور خراشوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

”تمہارا شکریہ۔“ اس نے روبی سے کہا اور پھر پوچھا۔ ”یہ کون سی جگہ ہے؟“

”میرے ساتھ آؤ۔“ روبی نے کہا اور اسے اندر ایک کمرے میں لے آئی۔ یہ تمام کمرے پتھر اور اینٹوں سے بنے تھے اور ان میں دروازے نہیں تھے۔ شہر میں اس قسم کے کسی ٹھکانے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا، یہ یقیناً خفیہ تھا۔ یہاں روشنی تھی۔ روبی نے اس کا ہاتھ دیکھا جو اچھا خاصا زخمی ہو گیا تھا۔ اس نے ایک ڈبا اٹھایا اور اس سے محلول کی شیشی اور روئی نکال کر اس کا زخم صاف کرنے لگی۔ سٹ بیری نے آہستہ سے پوچھا۔

”تم لوگ کون ہو؟“

”تم میرے پیچھے کیوں تھے؟“ روبی نے اس کا سوال نظر انداز کیا۔

”وہ تمہارے دادا کو لے گئے۔“

روبی کے تاثرات بدلے۔ اس کے چہرے پر بیک وقت غصہ اور غم نظر آیا۔ اس نے سر ہلایا۔ ”شاید ان کو کسی ویرانے میں پھینک دیا گیا ہو۔“

”مجھے افسوس ہے۔ کیا ان کے سوا تمہارا اور کوئی رشتے دار نہیں ہے؟“

اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”میرے ماں باپ کو اس وقت شہر بدر کر دیا گیا تھا جب میں صرف چار سال کی تھی۔ وجہ کسی کو نہیں معلوم۔ پھر جب میں کارکن بنی تو دادا جان ریٹائر ہو گئے۔ وہ میرے پاس رہنے لگے کیونکہ ان کو دیکھ بھال کی ضرورت تھی۔ پرسوں وہ انہیں بھی لے گئے۔“

”اب وہ انہیں کسی ویرانے میں پھینک دیں گے یا پھینک چکے ہوں گے جہاں وہ بھوک پیاس سے ہلاک ہو جائیں گے۔ کیا ہمارا یہی مقدر ہے؟“ سٹ بیری نے تلخی سے کہا۔

روبی کچھ دیر اسے دیکھتی رہی۔ پھر اس نے کہا۔ ”مجھے لگ رہا ہے تم نے جھوٹ بولا ہے۔“

”تمہارا مطلب ہے، میں کونسل کا جاسوس ہوں؟“

”نہیں، تمہاری اس بات پر تو یقین ہے لیکن اس پر یقین نہیں آ رہا کہ تم پہلی بار یہاں آئے ہو۔ مجھے لگ رہا ہے تم اس شہر اور یہاں بسنے والوں کے بارے میں اتنا ہی جانتے ہو جتنا کہ ہم جانتے ہیں۔“

سٹ بیری سوچ میں پڑ گیا پھر اس نے کہا۔ ”میں سچ بولوں گا لیکن اس سے پہلے تم سے ایک سوال کرنا چاہوں گا۔“

”کیسا سوال؟“

”یہی کہ کیا تم اور تمہارے ساتھی اس جبر کی زندگی سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں؟“

''بالکل۔'' روبی نے سر ہلایا۔ ''ہم کب سے جدوجہد کررہے ہیں لیکن اب تک کامیاب نہیں ہوئے۔''

''کیا تم لوگ شہر پر قبضہ کرنا چاہتے ہو یا یہاں سے نکل جانا چاہتے ہو؟''

''ہم یہاں آزاد رہنا چاہتے ہیں۔'' روبی نے اپنا مقصد بیان کیا۔

سٹ بیری نے نفی میں سر ہلایا۔ ''یہ ممکن نہیں ہے۔ میرا ایک سوال اور ہے کیا کل تمہارے لوگوں کا سٹی گارڈز سے تصادم ہوا تھا؟''

روبی چونکی۔ اس کے تاثرات بدل گئے اور اس نے اچانک ہاتھ سامنے کیا تو اس میں فائر کور تھا۔ اس نے سرد لہجے میں پوچھا۔ ''تمہیں کیسے پتا چلا؟''

''واپس آنے کے بعد مجھے سینیٹری میں لگایا گیا ہے اور میں بھی اس دستے میں شامل تھا جس نے تصادم کے مقام کی صفائی کی تھی۔''

''ہمارے چار ساتھی مارے گئے اور دو پکڑے گئے۔'' روبی نے فائر کور نیچے کرلیا۔ ''تم نے کہا واپس آنے کے بعد...... اس کا مطلب؟''

سٹ بیری نے اسے اپنی اصل کہانی سنائی۔ وہ خاموشی سے سنتی رہی۔ اسے یہ جان کر حیرت ہوئی کہ شہر سے باہر بھی پانی کا ذخیرہ ہے اور زمین بدستور زرخیز ہے۔ سٹ بیری نے کہا۔ ''یہ سچ ہے۔ میں نے آلو اگائے اور مجھے یقین ہے کہ پانی ہو تو باقی سبزیاں اور پودے بھی اُگ سکتے ہیں۔ لیکن ہمیں یہاں بتایا جاتا ہے کہ زمین بنجر ہوگئی ہے اور شہر سے باہر کہیں پانی نہیں ہے۔''

''یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں، ہمیں غلام بنا کر رکھنے کے لیے۔'' روبی نے تلخی سے کہا۔ ''لیکن جلد ہم اس جبر کے نظام کو ہمیشہ کے لیے ختم کردیں گے۔''

''روبی! یہ ممکن نہیں ہے۔ تم چند لوگ ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ یہ اسی طرح تلاش کرکے تمہیں ختم کردیں گے۔''

''تب ہم کیا کریں؟''

''یہاں سے نکل چلو۔ میں جانتا ہوں آس پاس مردہ شہر ہیں، وہاں سے ہمیں سامان مل سکتا ہے۔ خود میں نے اور میرے پاپا نے وہاں سے سامان لے کر بہت ساری چیزیں بنائی ہیں۔ میرے پاس ائر بائیک بھی ہے جو یہاں سے کچھ دور ایک جگہ چھپائی ہے۔''

''ہم باہر زندہ نہیں رہ سکتے۔'' روبی نے نفی میں سر ہلایا۔ ''پانی کا ذخیرہ جس کی تم بات کررہے ہو، وہ ناقابلِ اعتبار ہے۔ کبھی بھی ختم ہوسکتا ہے۔ یہاں سب کچھ ہے، بس ہمیں حالات بدلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔''

''میرا نہیں خیال..... کہ تم لوگ یہاں کے حالات بدل سکتے ہو۔''

اچانک دوسرا آدمی جو اصل میں ایک نوجوان لڑکا تھا، تیزی سے اندر آیا اور اس نے سٹ بیری کو دھکیل کر دیوار سے لگا دیا۔ ''میں نے کہا تھا نا یہ کونسل کا جاسوس ہے۔''

''میں جاسوس نہیں ہوں۔'' سٹ بیری نے مزاحمت کیے بغیر کہا۔ ''میں آزاد تھا اور صرف اس لیے یہاں آیا ہوں کہ جو لوگ اس قید خانے سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں، ان کو اپنے ساتھ لے جاؤں۔''

''تم نے کیا سمجھا ہے، یہاں سے باہر جانا آسان ہے؟'' دوسرا آدمی زہریلے لہجے میں بولا۔

''بالکل آسان ہے۔'' سٹ بیری نے یقین سے کہا۔ ''میں نے تمام حفاظتی انتظامات کا جائزہ لیا ہے۔ فصیل کی برائے نام ہی نگرانی ہوتی ہے کیونکہ کونسل کو یقین ہے کوئی یہاں سے باہر جاکر مرنا نہیں چاہے گا۔ ہم ذرا سی کوشش سے نکل سکتے ہیں۔''

''اور اس کے بعد بھوکے پیاسے صحرا میں مرجائیں۔'' پہلا لڑکا بھی اندر آگیا۔ اس کا رویہ بھی جارحانہ تھا۔

''کیسے مرجاؤ گے، جب میں زندہ رہا ہوں۔''

''یہ بکواس کررہا ہے۔'' دوسرا پھر بولا تھا کہ سٹ بیری نے اس کے منہ پر کہنی سے وار کیا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے جا گرا اور اس کے بعد دونوں بپھر کر سٹ بیری کی طرف آئے تھے کہ روبی درمیان میں آگئی۔

''رک جاؤ۔'' روبی نے سخت لہجے میں کہا۔ ''یہ جو کہہ رہا ہے، میں اس کی تصدیق کرسکتی ہوں۔''

''تب تک یہ کونسل کو ہمارے بارے میں بتادے گا۔''

''تب تک یہ یہیں رہے گا۔'' روبی نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ ''سچ جھوٹ سامنے آنے کے بعد اس کا فیصلہ کیا جائے گا۔''

''مجھے منظور ہے۔'' سٹ بیری نے اطمینان سے کہا۔ ''لیکن اس کے بعد میں واپس نہیں جاسکوں گا کیونکہ میں کیا وضاحت پیش کروں گا کہ میں ایک دن کہاں رہا اور میری وضاحت کون مانے گا۔ میں ویسے ہی آزمائشی مدت میں ہوں، وہ مجھے شہر بدر کردیں گے۔''

''اب تم اسی جگہ رہو گے۔'' روبی نے کہا اور گھڑی

دیکھی۔ ''جانے کا وقت ہوگیا ہے۔''

روبی کے ساتھی لڑکوں کے نام کورین اور شرنائل تھے۔ کورین اب تک اسے کینہ توز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ سٹ بیری کی ضرب سے اس کے منہ سے خون چھلک آیا تھا۔ اس نے جاتے ہوئے کہا۔ ''جلد تم ہمیشہ کے لیے غائب ہوجاؤ گے۔''

''دیکھتے ہیں۔'' سٹ بیری نے سکون سے کہا۔ وہ تینوں چلے گئے اور وہ اس جگہ اکیلا رہ گیا۔ یہاں بہت کچھ تھا جو شاید ان لوگوں نے ہنگامی حالات کے لیے جمع کیا تھا مگر کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ یہاں خوراک اور پانی بھی نہیں تھا۔ باہر جانے والا دروازہ دھات کا بنا ہوا تھا اور اسے کھولنے کا طریقہ سٹ بیری کی سمجھ سے بالاتر تھا۔ صحرا کے مقابلے میں شہر میں رات اتنی سرد نہیں ہوتی تھی اور وہ اس بند جگہ سکون سے سوتا رہا۔ صبح اس کی آنکھ کھلی تو روبی آگئی اور وہ عجلت میں تھی۔ وہ اس کے لیے خوراک اور پانی لائی تھی۔ اس نے سٹ بیری کو بتایا۔ ''یہ میں نے خود بنایا ہے۔ اب مجھے کام پر جانا ہے۔''

''تم کہاں کام کرتی ہو؟''

''لیب میں جہاں پودوں، سبزیوں کے بیجوں کی پروسیسنگ ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ہم پرندوں کی کلوننگ کرتے ہیں۔'' روبی نے جواب دیا۔ سٹ بیری چونک گیا، اس نے کہا۔

''تم بہت اہم جگہ کام کرتی ہو۔ کیا تم وہاں سے سبزیوں اور پھلوں کے بیج لاسکتی ہو؟''

''لاتو سکتی ہوں۔'' روبی نے اپنا بیگ بند کرتے ہوئے کہا جس میں وہ سٹ بیری کے لیے ناشتا لائی تھی۔ ''مگر اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔''

''میری بات سنو......''

''شام کو۔'' روبی نے کہا اور باہر نکل گئی۔ سٹ بیری گہری سانس لے کر رہ گیا پھر وہ ناشتے کی طرف متوجہ ہوا۔ یقیناً روبی نے اپنے راشن سے قربانی دی تھی کیونکہ یہاں سب کو ہفتے بھر کا ناپا تلا راشن ملتا تھا۔ اگر کسی کا راشن ضائع ہوجاتا تو اسے بڑی مشکل سے اضافی راشن ملتا تھا اس لیے سب اپنے راشن کے معاملے میں محتاط رہا کرتے تھے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ روبی کس طرح سے تصدیق کرے گی۔ تصدیق کے تمام ذرائع سٹی کونسل اور اس کے خاص آدمیوں کے قبضے میں تھے۔ عام افراد کی کسی قسم کے ریکارڈ تک رسائی نہیں تھی اور نہ ہی وہ اس کام کے لیے مخصوص آلات استعمال کرنا جانتے تھے۔ سٹ بیری کا سارا دن سوچتے ہوئے گزرا کہ وہ کس طرح ان لوگوں کو راضی کرے۔ وہ جو خواب دیکھ رہے تھے، اس کی تعبیر ممکن نہیں تھی۔

شام کو آٹھ بجے کے بعد کورین اور شرنائل دو اور افراد کے ساتھ آئے۔ وہ اس میں دلچسپی لے رہے تھے مگر ان کا رویہ معاندانہ ہی تھا۔ انہوں نے سٹ بیری سے بات کرنے کی کوشش کی تو اس نے رکھائی سے کہا۔ ''اب کسی قسم کی گفتگو اسی وقت ہوگی جب میری حیثیت کا تعین ہوجائے گا۔''

''جلد تمہاری اصلیت سامنے آجائے گی۔'' کورین نے زہریلے لہجے میں کہا۔ اسی لمحے روبی اندر آئی۔ وہ تھکی ہوئی لگ رہی تھی۔ اس نے پہلے سٹ بیری کے لیے ڈنر نکال کر میز پر رکھا مگر سٹ بیری نے اس کی طرف نہیں دیکھا۔ اس سے زیادہ دوسرے بے تاب تھے۔ شرنائل نے پوچھا۔

''کیا ہوا؟''

روبی نے سر ہلایا۔ ''کلیئر ہے...... یہ سچ مچ باہر سے

عزت

بیوی۔ ''میں آپ کی بہت عزت کرتی ہوں۔''

شوہر۔ ''کتنی عزت؟''

بیوی۔ ''اتنی کہ اگر آپ بیڈ پہ بیٹھے ہوں تو میں صوفے پہ بیٹھوں گی۔''

شوہر۔ ''اگر میں صوفے پہ بیٹھ گیا تو؟''

بیوی۔ ''تو میں موڑھے پہ بیٹھوں گی۔''

شوہر۔ ''اگر میں موڑھے پہ بیٹھ گیا تو؟''

بیوی۔ ''تو میں پیڑھی پہ بیٹھوں گی۔''

شوہر۔ ''اگر میں پیڑھی پہ بیٹھ گیا تو؟''

بیوی۔ ''تو میں زمین پہ بیٹھوں گی۔''

شوہر۔ ''اگر میں زمین پہ بیٹھ گیا تو؟''

بیوی۔ ''میں گڑھا کھود کے اس میں بیٹھوں گی۔''

شوہر۔ ''اگر میں گڑھے میں بیٹھ گیا تو؟''

بیوی غصے سے۔ ''تو میں گڑھے کو مٹی سے بھردوں گی، کمبخت تیرے کو عزت راس نہیں آتی۔''

مرسلہ: رضوان تنولی کریڑوی،
اورنگی ٹاؤن، کراچی

آیا ہے۔ یہی نہیں، یہ شک کی حد تک نگرانی میں ہے۔“

کورین نے مایوسی سے کہا۔ ”اس کا مطلب ہے، ہم نے بلاوجہ اسے روکا۔ اب یہ ہم پر بوجھ بن جائے گا۔“

”میں بالکل بوجھ نہیں بنوں گا۔“ سٹ بیری نے کہا۔ ”تم فکرمت کرو، میں نے کہا نا میں شہر سے باہر جا سکتا ہوں۔“

کورین نے نفی میں سر ہلایا۔ ”یہ آسان نہیں ہے۔“

”مشکل سے سہی لیکن میں باہر جا سکتا ہوں۔“ سٹ بیری کھڑا ہو گیا۔ ”افسوس کہ تم لوگوں کی وجہ سے میں اپنی کوشش میں ناکام رہا۔ تم لوگ نہ سہی اس شہر میں بہت سے ایسے لوگ ہوں گے جو اس قید سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہوں گے۔ مگر اب میں انہیں تلاش نہیں کر سکتا۔“

”اپنی خوشی سے کوئی موت قبول نہیں کرے گا۔“ شرنائل نے نفی میں سر ہلایا۔

”سنو، ہمیں اس کی مدد کرنا ہوگی۔“ روبی نے کہا تو سب نے اسے یوں دیکھا جیسے اس نے کوئی انہونی بات کر دی ہو۔

”ہم اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتے۔“ کورین نے کہا۔

”ہمیں کرنا ہوگی ورنہ اس نے خود باہر جانے کی کوشش کی اور پکڑا گیا تو ہمارے بارے میں بتا دے گا۔“ روبی نے زور دے کر کہا تو وہ چونک گئے۔ یہ خیال کسی کو نہیں آیا کہ وہ ان کا ٹھکانا دیکھ چکا تھا اور ان کے ناموں سے بھی واقف تھا۔ اگر وہ پکڑا جاتا تو سٹی گارڈز کے جلاد اس سے سب اگلوا لیتے۔ مختصر بحث کے بعد وہ مان گئے کہ سٹ بیری کو شہر سے باہر پہنچانے میں اس کی مدد کریں گے۔ تب تک وہ ان کے ساتھ رہے گا۔ انہوں نے اس کی خوراک کا ذمہ بھی لے لیا تھا۔ دو دن بعد ایک رات اسے وہاں سے نکالا گیا۔ کورین اور روبی کے ساتھ ایک آدمی اور تھا اور اس نے سٹی گارڈ کی وردی پہنی ہوئی تھی۔ یہ وردی انہوں نے کسی طرح سے حاصل کر لی تھی۔ وہ چھپتے چھپاتے اور گلیوں سے گزرتے ہوئے شہر کی فصیل کے پاس آ گئے۔ اندر سے اوپر جانے کے کئی راستے تھے مگر ان پر مستقل گارڈز گشت کرتے تھے۔ بہرحال وہ کسی نہ کسی طرح اوپر بھی پہنچ گئے اور ایک کسی قدر تاریک جگہ انہوں نے رسی کی مدد سے سٹ بیری کو فصیل سے نیچے اتار دیا۔ فصیل پر کچھ فاصلے کے بعد سرچ لائٹس لگی تھیں جو خودکار انداز میں گردش کرتی تھیں۔ سٹ بیری نے ان کی گردش کے دورانیے کا اندازہ لگایا اور پھر پتھروں اور ریت کے چھوٹے ٹیلوں کی آڑ لیتا ہوا دور اس طرف جانے لگا جہاں اس نے اپنی ائر بائیک اور دوسرا سامان چھپایا تھا۔ جب وہ چھوٹی پہاڑی سر کر کے دوسری طرف پہنچا تو صبح طلوع ہو چکی تھی۔ اس نے پلٹ کر شہر کی طرف دیکھا اور تھکے قدموں سے اس جگہ پہنچا جہاں اس نے سب چھپایا تھا۔ مگر جب وہ وہاں پہنچا تو ریت میں گڑھا تھا اور اس میں چھپایا ہوا سامان غائب تھا۔ خطرے کے احساس کے ساتھ وہ پلٹا مگر اسے دیر ہو گئی تھی۔ اس کے عقب میں ایک سٹی گارڈ موجود تھا اور اس نے اپنی فائر کور کی نال گھما کر اس کے سر پر ماری۔ سٹ بیری چکرا کر نیچے گرا اور پھر اسے ہوش نہیں رہا۔

☆☆☆

اسے ہوش آیا تو وہ ایک نیم تاریک کمرے میں ایک فولادی کرسی سے بندھا بیٹھا تھا۔ وہاں چند افراد موجود تھے۔ سٹ بیری ان کی صورتیں واضح نہیں دیکھ سکتا تھا مگر اسے معلوم تھا کہ وہ سٹی کونسل سے تعلق رکھتے ہوں گے۔ اسے ہوش میں آتا دیکھ کر ایک شخص نے گونجتی آواز میں پوچھا۔ ”آئن روڈز...... تم نے شہر سے فرار کی کوشش کیوں کی؟“

”مجھے یہاں گھٹن ہو رہی تھی۔“ اس نے جھوٹ بولا۔ اسے اطمینان ہوا تھا کہ اس کی اصل شناخت سامنے نہیں آئی تھی۔

”یہ جھوٹ ہے۔ تم جانتے ہو کہ ہم نے تمہارا سامان بھی قبضے میں لے لیا ہے۔ تم نے ساری کہانی غلط سنائی تھی۔ تم نے یہ سارا سامان کہاں سے لیا؟“

”میں نے اس حد تک غلط کہا تھا کہ میں بھٹکتا ہوا یہاں آیا۔ میں جان بوجھ کر یہاں آیا تھا کیونکہ میں اکیلا تھا اور انسانوں کے درمیان رہنا چاہتا تھا۔“

”تم پھر جھوٹ بول رہے ہو۔ اگر ایسا تھا تو تم یہاں سے فرار کیوں ہوئے؟“

”میں نے بتایا نا کہ میں گھٹن محسوس کر رہا تھا۔ میں اب تک آزاد رہتا آیا ہوں اور مجھے ایسے ماحول کی عادت نہیں ہے۔ اس لیے میں نے یہاں سے فرار کا فیصلہ کیا۔“

”فرار میں کن لوگوں نے تمہاری مدد کی؟ تم غائب ہونے کے بعد چار دن کہاں رہے؟“

”کسی نے میری مدد نہیں کی۔ میں گلیوں میں چھپتا رہا تھا۔“

”اس دوران میں تمہیں کس نے خوراک اور پانی دیا؟“

”میں اپنے اپارٹمنٹ سے دونوں چیزوں کا ذخیرہ لے کر نکلا تھا۔“

”تم پھر جھوٹ بول رہے ہو، تمہارے اپارٹمنٹ میں راشن کا ذخیرہ موجود تھا۔“

انہوں نے اس کی بات کا یقین نہیں کیا اور اس کے بعد اسے اذیت سے گزرنا پڑا۔سٹی گارڈز کے جلاد اسے جسمانی اذیتیں دے کر بچ پوچھ رہے تھے مگر سٹ بیری نے اپنی زبان بند رکھی۔وہ اپنی بات پر ڈٹا رہا کہ اس کی کسی نے مدد نہیں کی اور وہ خود یہاں سے فرار ہونا چاہتا تھا۔ایک رات اذیتوں کے دور سے گزر کر وہ نیم بے ہوشی کی حالت میں کرسی پر جھول رہا تھا کہ کمرے کا دروازہ کھلا۔وہ سمجھا کہ جلاد آرام کر کے پھر آ گئے ہیں۔مگر آنے والا ایک ہی تھا اور اس نے چادر اوڑھ رکھی تھی۔وہ اس کے پاس آیا اور آہستہ سے بولا۔"سٹ بیری۔"

اسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا۔"روبی! تم...... ان کے ساتھ؟"

روبی نے اپنا نازک ہاتھ اس کے منہ پر رکھ دیا۔"شش......آہستہ بولو...... میں بڑی مشکل سے آئی ہوں۔دو دن تو تمہارا سراغ لگانے میں لگے ہیں۔"

"روبی! تمہاری صفوں میں کوئی غدار ہے۔اسی نے میرے بارے میں بتایا ہے کیونکہ جب میں اس جگہ پہنچا جہاں میرا سامان تھا تو سامان غائب تھا اور یہ لوگ میرے منتظر تھے۔"

"ہمارے درمیان کوئی غدار نہیں ہے۔" روبی نے یقین سے کہا۔"میں تمہیں صرف یہ بتانے آئی ہوں کہ ایک دن اور گزار لو پھر ہم تمہیں آزاد کرا لیں گے۔"

"اگر تم مجھے آزاد کرا لوگی تو بھی اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔وہ غدار سب کو پکڑوا دے گا۔"

"میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ یہ اتفاق ہے۔" روبی نے کہا۔"اب میں جا رہی ہوں، جلد تم آزاد ہو گے۔"

روبی جس طرح آئی تھی، اسی طرح خاموشی سے چلی گئی۔سٹ بیری جانتا تھا کہ اس نے بہت بڑا خطرہ مول لیا تھا اور وہ سوچ رہا تھا کہ اس نے یہ خطرہ کیوں مول لیا۔خوش قسمتی سے اگلا دن اس کے لیے بہتر گزرا۔اس کے زخموں کا علاج ہوا اور اسے کھانا اور پانی بھی دیا گیا مگر ساتھ ہی اسے احساس ہوا کہ اس کے بارے میں کوئی فیصلہ ہو گیا تھا۔اس کے لیے کم سے کم بھی سزائے موت کا فیصلہ ہوتا اور یہاں سزائے موت دینے کا ایک ہی طریقہ تھا کہ معتوب کو شہر بدر کر دیا جاتا۔وہ کسی ویرانے میں پیاس اور بھوک سے سسک سسک کر جان دیتا تھا۔رات آئی اور وہ جاگنے کی کوشش میں اونگھ رہا تھا کہ باہر سے ایسی آواز آئی جیسے کوئی کراہا ہو پھر زمین پر گرا ہو۔وہ چونک گیا۔چند لمحے بعد دروازہ کھلا اور روبی اندر آئی۔اس نے تیزی سے اسے کرسی کی گرفت سے آزاد کیا۔"جلدی چلو، ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔کسی وقت بھی خطرے کا الارم بج جائے گا۔"

کمزوری اور زخموں سے چور ہونے کے باوجود سٹ بیری تیزی سے حرکت میں آیا۔باہر راہداری میں نگران پڑا تھا، پتا نہیں بے ہوش تھا یا مر گیا تھا۔آگے بھی انہیں اسی طرح سٹی گارڈز بے حس و حرکت پڑے دکھائی دیے۔بالآخر وہ اس عمارت سے باہر نکل آئے۔روبی کے ساتھ چھ افراد اور تھے۔وہ تاریک گلیوں اور سرنگوں سے ہوتے ہوئے دور شہر کے عام علاقے میں ایک خفیہ ٹھکانے پر پہنچے۔سٹ بیری کی حالت بری ہو رہی تھی۔وہاں پہنچتے پہنچتے وہ بے ہوش ہو گیا۔جب اسے ہوش آیا تو وہ صاف ستھری حالت میں ایک بستر پر لیٹا ہوا تھا۔اس کے زخم بہتر تھے اور اب ان میں درد نہیں تھا۔روبی اس کے پاس موجود تھی۔اسے ہوش میں آتا دیکھ کر وہ تیزی سے آگے آئی۔"اب کیسے ہو؟"

"ٹھیک ہوں۔" سٹ بیری نے دھیمے لہجے میں کہا۔"میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے میری خاطر اتنا بڑا خطرہ مول لیا۔"

"تمہاری خاطر نہیں، اپنی خاطر۔" روبی نے کہا۔"تم ہمارے بارے میں جانتے تھے۔"

"میں نے تمہارے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں کہا۔لیکن کیا تم نے واقعی یہ خطرہ اس لیے مول لیا تھا؟"

روبی نے رخ پھیر لیا۔"اب میں چلوں گی۔وقت ہو گیا ہے۔کل صبح ملاقات ہوگی۔تمہارے لیے کھانا اور پانی رکھا ہوا ہے۔"

سٹ بیری اس سے بات کرنا چاہتا تھا۔قید اور تشدد کے دوران اس نے جتنا سوچا اسے اتنا ہی یقین ہوا کہ وہ کسی کی مخبری پر پکڑا گیا ہے۔ورنہ سٹی گارڈز کو بھلا کیسے پتا چلا کہ اس نے اپنا سامان کہاں چھپایا تھا۔اس ساری رات وہ آرام کرتا رہا۔خوراک اور پانی سے اس کی حالت مزید بہتر ہو گئی۔صبح روبی آئی تو کسی قدر پُرجوش تھی۔اس نے سٹ بیری سے کہا۔"بس کچھ دن کی بات ہے، بالآخر ہمیں جبر کے اس نظام سے ہمیشہ کے لیے نجات مل جائے گی۔"

وہ تشویش زدہ ہو گیا۔"تم لوگ کسی کارروائی کی تیاری کر رہے ہو؟"

روبی نے سر ہلایا۔"ہاں، ہم ری ایکٹر پر قبضہ کرنے جا رہے ہیں۔بجلی بند ہوتے ہی سارے سسٹم ناکارہ ہو جائیں

گے اور تب ہم شہریوں کو آزاد کرا کے تمام اہم مقامات پر قبضہ کر کے سٹی کونسل والوں کو حراست میں لے لیں گے۔"

"روبی! مجھے یقین نہیں ہے، یہ سب اتنا آسان نہیں ہے۔وہ لوگ بہت ہوشیار اور بیدار ہیں۔انہوں نے تمہاری صفوں میں پہلے ہی غدار شامل کیے ہوئے ہیں۔"

"ہمارا ایک ایک آدمی چنا ہوا اور اعتماد والا ہے۔" روبی نے پھر یقین کرنے سے انکار کیا۔"دوسرے اگر مخبری ہوتی ہوتی تو صرف تم نہیں پکڑے جاتے بلکہ ہم تین بھی پکڑے جاتے۔مگر ہمیں نہیں پکڑا گیا اس لیے تم فکر مت کرو۔"

سٹ بیری کی تشویش کم نہیں ہوئی تھی، اس نے کہا۔"کیا مجھے باہر آنے جانے کی اجازت ہے؟"

"تم پر پابندی نہیں ہے لیکن تمہارا باہر جانا بالکل مناسب نہیں ہوگا۔سٹی کونسل کی جانب سے تمہاری تصویر ہر جگہ دکھائی جا رہی ہے۔شاید ہی کوئی فرد ایسا ہو جو اب تمہیں پہچان نہ سکے۔"

روبی کو کام پر جانا تھا اس لیے وہ چلی گئی۔سٹ بیری ایک بار پھر اکیلا تھا اور اس بار اس نے روبی کے جانے کے بعد زیادہ اکیلا پن محسوس کیا۔اسے لگ رہا تھا کہ یہ لڑکی اس کے دل میں خاص مقام حاصل کر چکی ہے۔وہ اپنے آدمیوں میں برتر پوزیشن رکھتی تھی کیونکہ اس کی کہی بات حروف آخر ہوتی تھی۔اس کے باوجود وہ اس کے لیے سب خود کر رہی تھی۔سٹ بیری کا پہلی بار کسی لڑکی سے واسطہ پڑا تھا مگر انسانی جذبات اور فطرت سے وہ نا آشنا نہیں تھا۔مگر وہ جس جگہ اور جن حالات میں تھا، روبی کے لیے اپنے جذبات کا کھل کر اظہار نہیں کر سکتا تھا۔وہ دو دن مزید اسی جگہ رہا۔اس کے زخم بھر گئے تھے اور کمزوری بھی دور ہو گئی تھی۔تیسرے دن خلافِ توقع روبی اور بہت سے دوسرے لوگ دن میں آ گئے۔سٹ بیری کا ماتھا ٹھنکا۔اس نے روبی سے پوچھا۔"کوئی خاص بات ہے؟"

روبی نے سر ہلایا۔"ہاں...... آج رات جب لوگوں کو تفریح کے لیے نکلنے کی اجازت ملے گی، تب ہم بھی باہر جائیں گے اور ری ایکٹر پر قبضہ کریں گے۔"

"تم لوگوں نے تمام حفاظتی انتظامات دیکھ لیے ہیں؟"

"بالکل، ہمارا پلان مکمل ہے۔" روبی نے اسے یقین دلایا۔اس بار انہوں نے کہیں سے ہتھیاروں کے ڈھیر بھی برآمد کیے تھے۔ان میں عام فائر کورز کے ساتھ ایسی تباہ کن گنیں بھی تھیں جو دو فٹ موٹی کنکریٹ کی دیوار توڑ سکتی تھیں۔اسلحے اور افرادی قوت کے لحاظ سے ان کی تیاری مکمل تھی مگر وہ اس صورت میں کامیاب ہو سکتے تھے جب سٹی کونسل کو ان کے بارے میں علم نہ ہو۔سٹ بیری کا اندیشہ برقرار تھا کہ ان میں سٹی کونسل کے مخبر ہیں اور اس صورت میں ان کا منصوبہ ناکام ہو سکتا تھا۔آٹھ بجتے ہی وہ سب مسلح حالت میں باہر نکل آئے۔روبی نے بتایا کہ ایسی ہی دو ٹولیاں اور مختلف جگہوں سے نکل کر ری ایکٹر کی طرف روانہ ہو چکی تھیں۔وہ سب گلیوں اور سرنگوں سے ہوتے ہوئے ری ایکٹر کے سامنے پہنچے۔

شہر اور ری ایکٹر میں فاصلہ رکھا گیا تھا تاکہ کسی حادثے کی صورت میں لوگ اس سے متاثر نہ ہوں۔درمیان میں ایک بڑا سا میدان تھا جو روشنیوں سے جگمگا رہا تھا۔وہ میدان میں داخل ہوئے۔ری ایکٹر تک سب صاف نظر آ رہا تھا۔سٹ بیری کی سمجھ میں نہیں آیا کہ ری ایکٹر سے پہلے اتنا بڑا سا میدان کیوں خالی رکھا گیا تھا اور یہاں کوئی گارڈ تک نہیں تھا۔یہ اس وقت ان کی سمجھ میں آیا جب وہ سب میدان میں داخل ہوئے اور اچانک ان کے پیروں تلے سے زمین نکلنے لگی۔میدان میں جگہ جگہ زمین سرک رہی تھی اور اس میں نمودار ہونے والے خلا انسانوں کو نگل رہے تھے۔گرنے والوں کی بھیانک چیخیں باہر تک سنائی دے رہی تھیں اور ایسا لگ رہا تھا کہ وہ بہت بلندی سے نیچے گر رہے ہوں۔

دیکھتے ہی دیکھتے میدان سو سے زیادہ آدمیوں کو نگل چکا تھا اور ان میں سے بہ مشکل ایک درجن باقی بچے تھے۔بچنے والوں میں سٹ بیری کے ساتھ روبی اور شرنائل بھی تھے۔کورین غائب ہو گیا تھا۔وہ بھی گرنے والوں میں شامل تھا۔روبی کو سٹ بیری نے بچا لیا۔وہ ایک خلا میں تقریباً گر گئی تھی اگر سٹ بیری بر وقت اس کا ہاتھ نہ پکڑ لیتا اور اسے اوپر نہ کھینچ لیتا۔جیسے ہی خلا ختم ہوئے اور زمین ہموار ہوئی، چاروں طرف سے سٹی گارڈز نے انہیں گھیر لیا۔وہ انہیں ہتھیار ڈالنے کا حکم دے رہے تھے اور ان کے پاس حکم کی تعمیل کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔اب کہنے کی ضرورت بھی نہیں تھی اور نہ ہی اس کا فائدہ تھا کہ یہ سب مخبری کا نتیجہ تھا۔وہ لوگ پہلے سے ان کے منتظر تھے اور انہوں نے ان کا انجام بھی طے کر لیا تھا۔یقیناً سٹ بیری کے فرار کے وقت انہوں نے باقی سب کو اس لیے نہیں پکڑا تھا کہ وہ ایک ساتھ ہی اس پورے گروہ کا خاتمہ چاہتے تھے جو بغاوت پر آمادہ تھا۔

ان سے ہتھیار لے لیے گئے اور ان کے ہاتھ پاؤں فولادی ہتھکڑیوں میں جکڑ کر انہیں مخصوص گاڑیوں میں ڈال

کر کسی نامعلوم مقام پر لے جایا گیا۔ پھر انہیں الگ الگ کوٹھریوں میں رکھا گیا۔ سٹ بیری نے موقع پا کر روبی سے کہا تھا کہ وہ سربراہ ہونے کا اقرار نہ کرے۔ کسی مرنے والے ساتھی کو سربراہ بتادے مگر اس نے انکار کیا۔ ''اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے، ان کا جاسوس انہیں پہلے ہی میرے بارے میں بتا چکا ہوگا۔''

سٹ بیری نے ٹھنڈی سانس لی۔ ''یہ تو ہے۔''

دو دن قید میں رکھنے کے بعد انہیں کونسل کی مرکزی کمیٹی کے سامنے پیش کیا گیا۔ ان سب پر جرم بغاوت ثابت ہو چکا تھا۔ فردِ جرم پڑھ کر سنائی گئی اور انہیں موقع دیا گیا کہ وہ اپنے دفاع میں دلائل دیں۔ سب سے پہلے روبی نے بات کی لیکن اس نے اپنے جرم سے انکار نہیں کیا البتہ اس نے تفصیل سے وجوہات بیان کیں کہ جن کی وجہ سے اس نے اور اس کے ساتھیوں نے علمِ بغاوت بلند کیا اور اس ناانصاف نظام کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ اس نے آخر میں کہا۔ ''مجھے اپنے کیے سے انکار نہیں ہے۔ مجھے صرف افسوس ہے کہ میں ناکام رہی۔''

سب باری باری بات کرتے رہے۔ ان میں سے بعض جذباتی ہو گئے تھے اور انہوں نے سخت زبان استعمال کی مگر ان کی باتوں کو بھی خاموشی سے سنا گیا۔ کونسل کمیٹی کے اراکین سنگلاخ چہروں کے ساتھ منتظر تھے کہ وہ اپنی بات مکمل کریں تو ان کی سزا سنائی جائے۔ اپنی باری پر سٹ بیری نے کہا۔ ''اب میں سچ بولوں گا۔'' پھر اس نے اپنی مکمل کہانی سنائی کہ کس طرح اس کے جلاوطن ماں باپ نے اپنی جانیں بچانے کی کوشش کی مگر صرف وہی بچا۔ اس نے تسلیم کیا کہ وہ آزادی پسند لوگوں کو یہاں سے لے جانے آیا تھا تاکہ وہ اپنی الگ بستی آباد کر سکیں۔ ان کے بیانات مکمل ہونے کے بعد کونسل کمیٹی نے انہیں سزا سنادی اور سزا یہی تھی کہ انہیں شہر سے دور کسی ویرانے میں پھینک دیا جائے۔ جس وقت یہ کارروائی جاری تھی اور سٹ بیری نے اپنے بارے میں بتایا تو عوامی گیلری میں بیٹھا ہوا ایک شخص چونک اٹھا اور پھر وہ سارا وقت بے چینی سے پہلو بدلتا رہا۔ کہنے کو یہ عوامی گیلری تھی مگر یہاں ایلیٹ کلاس کے لوگ ہی آ سکتے تھے۔ اس شخص کا تعلق بھی ایلیٹ کلاس سے تھا۔ کونسل کے فیصلے کے مطابق انہیں ایک ہفتے بعد شہر بدر کیا جاتا۔ تب تک وہ قید خانے میں رہتے۔ یہ فیصلہ سن کر روبی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''معزز کونسل کمیٹی! ہم اب تک ایک قید خانے میں ہی رہتے آئے ہیں۔''

انہیں ان کی کوٹھریوں میں واپس بھیج دیا گیا۔ دوسری رات خلافِ توقع سٹ بیری کی کوٹھری کا دروازہ کھلا تو وہ چونک گیا کیونکہ اسے کھانا بھی دروازے کے نیچے ایک درز سے دیا جاتا تھا۔ یہ کوٹھری اسی دن کھلتی جب سزا پر عمل درآمد کا وقت آتا۔ آنے والے نے خود کو اسی طرح چادر میں چھپایا ہوا تھا جیسے کبھی روبی اس سے ملنے آئی تھی مگر یہ شخص گارڈ کے ساتھ آیا تھا اور اسی نے دروازہ کھولا تھا۔ اس شخص کے اندر آتے ہی اس نے دروازہ باہر سے بند کر دیا۔ سٹ بیری بے ساختہ کھڑا ہو گیا۔ ''کون ہو تم؟''

جواب میں آنے والے نے چادر ہٹا دی اور سٹ بیری حیران رہ گیا۔ وہ آرکیل تھا۔ اس کا باس جس نے اسے سینیٹری کے شعبے میں بھیجا تھا۔ اس نے آتے ہی بلاتمہید کہا۔ ''کونسل کمیٹی کے سامنے تم نے اپنے بارے میں جو بتایا تھا، وہ سچ ہے؟''

''اس کا ایک ایک لفظ سچ ہے۔'' سٹ بیری نے سنجیدگی سے کہا۔ ''موت کے سامنے آدمی جھوٹ نہیں بولتا۔ ہاں، میں جھوٹ بول کر یہاں آیا ضرور تھا۔''

''میرے خدا! تم سچ مچ آرٹ بیری کے بیٹے ہو؟''

''ہاں، اپنے باپ کے بارے میں کوئی بے غیرت شخص ہی جھوٹ بول سکتا ہے۔''

''میں آرکیل بیری ہوں، آرٹ بیری کا بھائی۔'' اس نے کہا۔ ''دنیا میں میرا وہی ایک خون کا رشتہ ہے۔''

سٹ بیری نے شک سے اسے دیکھا۔ ''لیکن پاپا نے کبھی تمہارے بارے میں نہیں بتایا۔ میں دس سال کی عمر تک شہر میں رہا لیکن تم ہم سے نہیں ملے؟''

''ہاں کیونکہ میں اپر کلاس میں شامل ہو گیا تھا۔ اس کے بعد لوئر کلاس سے میرا رابطہ ختم ہو گیا تھا۔ میں نے آخری بار آرٹ کو اس وقت دیکھا جب وہ ایک فیکٹری میں کام کرتا تھا۔ وہ میرے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ تم میرے بھتیجے ہو۔'' اس نے بازو پھیلا دیے۔

''بھتیجا۔'' سٹ بیری نے طنزیہ انداز میں کہا۔ ''تم نے ابھی تو کہا تھا کہ تمہارا ہم سے رشتہ ختم ہو گیا ہے۔''

آرکیل کے ہاتھ گر گئے۔ اس نے تھکے تھکے انداز میں کہا۔ ''تم نے ٹھیک کہا، میں جذباتی ہو کر یہاں چلا آیا۔''

وہ کچھ دیر خاموش کھڑا رہا پھر اس نے چادر اوڑھی اور مڑ کر دروازہ بجایا۔ گارڈ نے دروازہ کھولا اور آرکیل باہر چلا گیا۔ سٹ بیری جواب تک تن کر کھڑا تھا، اس کے جاتے ہی بستر پر ڈھیر ہو گیا۔ اس دنیا میں خون کا واحد رشتہ اس کے

سامنے آیا تھا مگر وہ اس کے سینے سے نہ لگ سکا۔ اس نے اپنا چہرہ ہاتھوں سے چھپا لیا۔ مگر اس نے جو کیا اس پر وہ مطمئن تھا۔ اگر آرکیل اپر کلاس میں شامل کر لیا گیا تھا تو اس کی اپنی زندگی ہوگی، اس کے اپنے بیوی بچے ہوں گے۔ ایک سزائے موت کے قیدی سے تعلق ظاہر ہونے پر اس کی پوزیشن خراب ہو سکتی تھی۔ سٹ بیری کے رویے کے بعد اس کا امکان کم تھا کہ وہ اس سے پھر ملنے آتا۔ ایک ہفتے بعد سٹ بیری سمیت پندرہ افراد جن میں نو مرد اور چھ عورتیں یا لڑکیاں تھیں، یہ سب ہی جوان العمر افراد تھے، انہیں قید خانے سے نکال کر شہر کے ائرپورٹ تک لایا گیا۔ وہاں انہیں ایک بڑے طیارے میں بٹھایا گیا۔ یقیناً انہیں کسی ویرانے میں اتارنے کے لیے لے جایا جا رہا تھا۔ اتفاق سے روبی اس کے ساتھ بیٹھی تھی۔ اس نے سٹ بیری کا ہاتھ دبایا۔ ''مجھے افسوس ہے تم ہماری خاطر آئے اور اب تم بھی سزا پاؤ گے۔''

''مجھے کوئی افسوس نہیں ہے۔''

''مجھے غدار کا پتا چل گیا ہے۔'' روبی بولی۔ ''وہ کورین ہے۔ وہ مجھ سے ملنے قید خانے میں آیا تھا۔''

''کورین۔'' سٹ بیری نے گہری سانس لی۔ ''تم نے اس سے کیا کہا؟''

''میں نے اسے مبارکباد دی کہ وہ تاعمر اسی قید خانے میں رہے گا۔ میں یہاں سے آزاد ہو کر جا رہی ہوں۔''

''تم نے ٹھیک کہا۔'' سٹ بیری مسکرایا۔ ''ہم آزاد ہونے جا رہے ہیں۔''

اسی لمحے طیارہ بلند ہونے لگا۔ یہ ہیلی کاپٹر کی طرح پرواز کرتا تھا۔ یہ کافی بڑا تھا اور طویل فاصلے تک جا سکتا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا انہیں دور چھوڑنے کا پروگرام تھا۔ طیارہ بلند ہو کر پہلے جنوب کی طرف گیا مگر شہر سے دور نکلنے کے بعد اس نے اپنا راستہ تبدیل کیا اور شمال کی طرف پرواز کرنے لگا۔ سٹ بیری حیران ہوا۔ وہ کھڑکی سے نیچے زمین کی طرف دیکھ رہا تھا اور اس کے چہرے کا رنگ بدل رہا تھا۔ روبی غور سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے پوچھنا چاہا لیکن سٹ بیری نے اسے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ جیسے جیسے طیارہ آگے بڑھ رہا تھا، سٹ بیری پُرجوش اور کسی قدر حیران نظر آ رہا تھا پھر طیارہ نیچے آنے لگا۔ وہ یقیناً شہر سے سیکڑوں میل دور نکل آیا تھا۔ اس کے پائے ریت پر ٹکے اور اس کا عقبی حصہ کھلنے لگا۔ گارڈز ان کے ہاتھوں پیروں کی بیڑیاں کھول رہے تھے اور پھر انہیں باہر نکلنے کا حکم دیا گیا۔ وہ باہر آئے تو طیارے کا دروازہ بند ہونے لگا۔ وہ

منتظر تھے کہ کب طیارہ پرواز کر جاتا ہے اور وہ اس ویرانے میں رہ جائیں گے مگر بجائے اس کے کہ اس کے انجنوں کی آواز آتی، کسی نے میگافون پر کہا۔

''تم لوگوں کو سٹی کونسل کے حکم پر اس ویرانے میں پھینکا گیا ہے مگر تم لوگ ہمت مت ہارو۔ زندگی کے ذرائع تلاش کرنے کی کوشش کرو، شاید تم کامیاب رہو۔''

روبی نے حیرت سے کہا۔ ''اس بات کی کیا ضرورت تھی؟''

اسی لمحے طیارے کے انجن گرجے اور وہ پرواز کر گیا۔ اس کے نظروں سے اوجھل ہونے کے بعد سٹ بیری نے کہا۔ ''اس بات کی ضرورت تھی، تب ہی تو کہی گئی ہے۔''

''کیا مطلب؟'' شرنائل بولا۔

''میرے ساتھ آؤ۔'' سٹ بیری نے روبی کا ہاتھ تھاما اور ایک طرف چل پڑا۔ شرنائل اس کے پیچھے لپکا۔

''کہاں جا رہے ہو؟''

''ایک جگہ...... میرے ساتھ آؤ۔'' اس نے رکے بغیر کہا۔ شرنائل پیچھے آیا تو باقی سب بھی اس کے پیچھے آئے۔ کئی گھنٹے کے سفر کے بعد وہ بہ مشکل ایک پتھریلی پہاڑی پر چڑھے۔ اب پیچھے آنے والے اسے برا بھلا کہہ رہے تھے مگر جب وہ ٹیلے کے اوپر پہنچے تو ان کی زبان بند ہو گئی۔ سامنے وادی میں آلو کے سبز پودوں سے سجا ہوا کھیت اور وہ مکان نظر آ رہا تھا جو آرٹ بیری نے اپنے بیٹے کے ساتھ مل کر بنایا تھا۔ سٹ بیری نے روبی کی طرف دیکھا۔ ''یہ ہمارا مستقبل کا گھر۔''

''ہاں، یہ ہمارا گھر ہوگا۔'' روبی مسکرائی اور اس نے اپنے لباس سے ایک چھوٹی سی تھیلی نکالی جس میں مختلف سبزیوں اور پھلوں کے بیج تھے۔ وہاں پانی موجود تھا اور وہ اب ایک نئی بستی بسا سکتے تھے۔

''تم نے کہا تھا کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔''

''ہاں لیکن جب میں نے چپکے سے یہ بیج لیب سے لیے، تب بھی میرا یہی خیال تھا۔''

سٹ بیری نے اس سے پھر نہیں پوچھا کہ اس نے بیج کیوں لیے تھے۔ ٹیلے سے دوسری طرف اترتے ہوئے اس نے دل ہی دل میں آرکیل بیری کا شکریہ ادا کیا۔ ''تھینک یو انکل۔''

طیارے سے میگافون پر آنے والی آواز آرکیل کی ہی تھی۔ وہی انہیں اس جگہ چھوڑنے آیا تھا جہاں وہ زندہ رہ سکتے تھے۔ ایک نئی اور آزاد زندگی کا آغاز کر سکتے تھے۔